

## ○ مُورَت

حضرت فرید الدین عطار کی بے مثل کتاب تصوف منطق الطیر میں بیان ہے کہ ایک مرتبہ کل جہان کے کچھیر اپنے آقا، اپنے بادشاہ سی مرغ کی تلاش میں مائل پرواز ہوئے۔ سالہا سال بعد جب وہ تپتے صحراؤں، برفانی پہاڑوں اور موت کی سات وادیوں کو عبور کر کے بالآخر کاف کی پہاڑی کے قریب پہنچے تو لاکھوں پرندوں میں سے صرف گیارہ باقی رہ گئے تھے۔ باقی تمام سفر کی صعوبتوں میں مرگ سے ہمکنار ہوئے۔ یہ گیارہ پرندے مختلف دروازوں میں سے گزرے اور آخر کار ان کے سامنے ایک ایسا پردہ آیا جس کے پیچھے سیمرغ پوشیدہ تھا۔ ان کا بادشاہ، سب سے بڑا سچ۔ پردہ اٹھا تو انہوں نے دیکھا جیسے ان کے سامنے ایک آئینہ ہے جس میں ان کا اپنا عکس دکھائی دے رہا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے سامنے انہی کی شکل کے گیارہ پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ خود ہی سچ تھے۔ وہ خود ہی سب سے بڑی سچائی تھے۔

### پہلا منظر

تیمور پہاڑی گھر کے گنیٹ میں سے اندر داخل ہوتا ہے۔ ہاتھ میں سیاہ بیگ، قیمتی کاریں کھڑی ہیں، پورے گھر میں ایک نظر ڈالتے ہیں۔ یہ گھر پرانی وضع کا وکٹورین ٹائپ ہے۔ بام و دروازے واضح نہیں نیم تاریکی ہے، کبھی کبھار بجلی کی چمک،

صدر دروازے کی گھنٹی بجاتا ہے۔ ایک شخص بوٹائی اور لمبے کوٹ میں ملبوس دروازہ کھولتا ہے۔ بہت میکانیکی انداز میں۔

تیمور :- دیکھئے یہ گھر....

بٹلر :- جی اندر تشریف لائیے۔ آپ کا بیگ۔

لینے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے

تیمور :- (انکار میں سر ہلا کر) شکریہ۔

بٹلر آگے بڑھ کر ایک دروازہ کھولتا ہے۔ ایک وسیع ہال نما کمرہ پرانی نصابی بڑی بڑی قیمتی صوفے۔ سامنے ایک صوفے پر مورت خاں کالی ماتی ساڑھی میں سر جھکائے بیٹھی ہے۔ دونوں طرف سیدھی قطار میں صوفوں پر آٹھ دس شخص بہترین سوٹوں میں ملبوس بیٹھے ہیں۔ جب دروازہ کھلتا ہے تو ایک شخص دائیں ہاتھ سے اٹھ کر مورت کے پاس جاتا ہے، جھک کر چند الفاظ کہتا ہے۔ مورت اس کی جانب دیکھ کر بغیر کچھ کہتی ہے۔ وہ شخص تیمور کے قریب سے گزر کر باہر چلا جاتا ہے۔ پھر بائیں ہاتھ سے ایک شخص اٹھتا ہے تیمور بھی ایک خالی جگہ پر بیٹھ جاتا ہے۔

شخص ۱ :- مس مورت خاں میں تو بیان نہیں کر سکتا۔

مورت :- جیلانی صاحب آپ تشریف لائے۔ آپ کی ہمدردی کے لیے شکریہ۔

بہت بہت شکریہ۔

شخص ۲ کمرے سے باہر جاتا ہے۔

شخص ۳ :- مس مورت خاں آپ کے والد کی ڈیوٹی ایک عظیم المیہ ہے۔

مورت :- اکبر صاحب آپ تشریف لائے آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔ بہت

بہت شکریہ۔

شخص ۴ کمرے سے باہر جاتا ہے۔

شخص<sup>۲</sup> :- مس مورت خاں کیا عرض کروں میرے لائق کوئی خدمت خان صاحب  
میرے عزیز دوست تھے۔

جیب سے رومال نکال کر خشک آنکھیں پونچھتا ہے۔

مورت :- اظہر صاحب۔ آپ تشریف لائے آپ کی ہمدردی کا شکریہ بہت  
بہت شکریہ۔

تیمور ایک جماہی لپتا ہے اور ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر لائق ہو جاتا ہے۔  
بیک گراؤنڈ میں شخص اُسی طرح اٹھ کر اظہارِ عزت کر رہے ہیں، مگر آواز نہیں آ  
رہی۔ بالآخر کمرہ خالی ہو جاتا ہے۔ تیمور بستور گم سم بیٹھا ہے۔ مورت اسکی جانب  
دیکھ کر ہلکا سا کھانسی ہے۔ تیمور چونک کر اٹھتا ہے اور پاس جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔  
تیمور :- مس مورت ناں مجھے بے حد افسوس ہے۔

مورت :- .... جی میں۔ (اسے دیکھتی ہے تو چہرہ اجنبی ہے) آپ کا نام؟  
تیمور :- مجھے تیمور کہتے ہیں۔

مورت :- تیمور صاحب آپ تشریف لئے۔ آپ کی ہمدردی کا شکریہ بہت  
بہت شکریہ۔

خاموش ہو جاتی ہے سر اٹھا کر دیکھتی ہے تو خلاف توقع تیمور کھڑا ہے تیمور ایک دم  
سر جھٹک کر واپس جاتا ہے اور اپنا بیگ اٹھا کر واپس آتا ہے۔

تیمور :- (کاروباری انداز میں) جیسا کہ میں نے عرض کیا، میرا نام تیمور ہے اور  
مس مورت خاں میں اس وقت یہاں۔ انٹر نل لائف انشورنس کمپنی کے نمائند  
کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں۔ انٹر نل لائف انشورنس کمپنی جو ادائیگیوں کے  
معاملے میں تمام کمپنیوں پر سبقت رکھتی ہے۔ آپ کے والد مرحوم نے  
فوتیگی سے صرف چند روز پیشتر بیمہ کر دیا۔ مگر اس کے باوجود ہماری

کارکردگی ملاحظہ فرمائیے۔ اُدھر وہ فوت ہوئے اور ادھر.... (بیگ میں سے ایک چیک نکال کر مورت کے سامنے رکھتا ہے) ہم اس تین لاکھ روپے کے کلیم چیک کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر (واو طلب نگاہوں سے دیکھتا ہے مورت خاموش رہتی ہے)۔ آہم.... (بیگ میں سے ایک اور کاغذ نکال کر) یہاں پر دھولی کے لیے دستخط کر دیجیے۔ (مورت دستخط کرتی ہے) مس مورت خاں اس وقت آپ یقیناً بے پناہ مسرت محسوس کر رہی ہوں گی۔

مورت :- جی ہاں۔ اس وقت میں مسرت کے اظہار کے طور پر تو سیاہ ساٹھی میں ملبوس بیٹھی ہوں۔

تیمور :- (اسی جوش میں) یقیناً (سنبھل کر) دراصل میں یہ چاہتا تھا کہ....

وہ.... بہر حال آئندہ بھی خدمت کا موقع ضرور دیجیے گا۔ (کارڈ نکال کر

میز پر رکھتا ہے۔ بیگ بند کر کے جانے لگتا ہے) مجھے اجازت دیجیے۔

مورت :- (جب تیمور دروازے تک پہنچ جاتا ہے تو کہتی ہے) تیمور صاحب۔

(تیمور مڑتا ہے) رات ہے.... شاید بارش ہو... آپ کے پاس اپنی

کنوینس ہے؟

تیمور :- جی نہیں۔ کمپنی نے وعدہ کیا ہے کہ اس برس سکوڑے دیں گے۔ بہر حال

صرف تین گھنٹے کا تو سفر ہے۔ یہاں سے نیچے شہر تک ہر پانچ منٹ بعد

وگن چلتی ہے۔

مورت :- اس وقت نہیں چلتی۔

تیمور :- (مالوسی سے) نہیں چلتی؟

مورت :- کریم.... (بٹلر آتا ہے) ملازم سے کہو۔ صاحب کے لیے دوسری منزل

پر واقع بیڈروم جھاڑ پونچھ کر تیار کر دے۔ (تمپور سے) آپ کو کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو بلا تکلف کہیے گا۔

تمپور :- جی میں رات کو پانی بہت پیتا ہوں۔

مُورث :- ایک جگ پانی سائید ٹیبل پر۔

تمپور :- اور ایک گلاس۔

مُورث :- اور ایک گلاس۔

## دوسرا منظر

تمپور سو رہا ہے، باہر بجلی چمک رہی ہے، ہاتھ بڑھا کر گلاس ٹٹولتا ہے اور آنکھیں بند کیے دو گھونٹ بھرتا ہے۔ اتنے میں لیمپ بجھ جاتا ہے، بجلی کی چمک اور گرج ہلکی ہلکی سوچ پر ہاتھ مارتا ہے لیکن بجلی جا چکی ہے۔ لیٹ جاتا ہے دروازے کے نیچے روشنی دکھائی دیتی ہے۔ خوفزدہ ہو کر لٹاف اوڑھ لیتا ہے۔ پھر اوپر سے دیکھتا ہے۔ اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازہ کھولتا ہے۔ باہر مُورث اس سائڈ ٹیبل پر بیٹھا ہے۔ ہاتھ میں ایک بڑا شمعدان ہے۔ تمپور اس کی بے پناہ خوب صورتی سے اتنا متاثر ہوتا ہے کہ بول نہیں سکتا۔

مُورث :- میں مُورث ہوں۔

تمپور :- ہاں تم ہو۔ (قدرے توقف کے بعد) میرا مطلب ہے مس مُورث۔

مُورث :- آندھی سے چپڑ کا ایک تنادر درخت بجلی کے تاروں پر گر گیا ہے درخت

کی اونچائی تو صرف اس وقت معلوم ہوتی ہے جب وہ زمین پر گر جاتا ہے۔

ہم درخت کاٹ کر بعد میں ماتم کرتے ہیں۔ اس کے گرنے سے اندھیرا بھاگیا

ہے ہر طرف آپ آرام سے ہیں نا۔

چلی جاتی ہے۔

## تیسرا منظر

اگلی صبح ناشتے کی میز پر۔ بٹلر کریم مودب کھڑا ہے۔

کریم :- جی مس صاحبہ گرے ہوئے درخت کے ٹکڑے کر کے ہم نے لان کلیئر کر دیا ہے۔ تاروں کی مرمت بھی کر دی گئی ہے۔ بجلی دوپہر تک آجائے گی۔

مورت :- کیا چائے گرم نہیں؟

تیمور :- نہ اتنی گرم کہ لبوں کو جلا دے اور نہ اتنی یخ کہ حلق سے اترتے ہوئے خیر تک نہ دے۔ مجھے اسی قسم کی چائے پسند ہے معتدل۔

مورت :- کریم گرم چائے لے کر آؤد کریم جاتا ہے، مجھے معتدل مزاجی سے نفرت ہے چاہے خوراک میں ہو یا جذبات میں — سات آپ آرام سے سوئے؟

تیمور :- ہاں — اور آپ؟

مورت :- میں تو بہت دنوں سے نہیں سوئی۔ یہ گھر — اس کے در و دیوار اب چپ ہیں۔ مجھ سے باتیں نہیں کرتے۔ ہم کلام نہیں ہوتے۔ چند روز پیشتر یہ مجھے محبت سے دیکھتے تھے اور اب دیکھتے ہی نہیں۔ ڈیڑی چلے گئے تو یہ سب بھی خاموش ہو گئے۔۔۔ اندھے ہو گئے۔

تیمور :- آپ اب بالکل اکیلی ہیں؟

مورت :- نہیں۔ یہاں پر کریم ہے۔ بادرچی اور ڈرائیور ہیں اور پیرلان میں کچھ درخت بھی تو ہیں۔ میں اکیلی تو نہیں۔

تیمور :- (گھڑی دیکھ کر) میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے پہلی دکن۔۔۔

مورت :- ڈرائیور آپ کو سٹینڈ تک چھوڑ آئے گا۔

تیمور :- بہت بہت شکریہ ۔

مُورٹ :- مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو زیادہ وقت نہیں دے سکی، یہاں بہت خوب صورت سپاٹس ہیں۔ درختوں سے گھرا ایک ایسا رستہ ہے جس کے آخر تک میں آج تک نہیں گئی، ایک خزاں رسیدہ جنگل ہے جس کے پتے پاؤں تلے آنے پر چھینے لگتے ہیں، ان دنوں خزاں کا موسم ہے ناہر طرف، کبھی آئیے گا۔

تیمور جاتے ہوئے مڑ کر دیکھتا ہے اور فلیش بیک میں مورٹ ہوں "ہاں تم ہو۔"

### چوتھا منظر

انشورنس کمپنی کا دفتر تین کمروں پر مشتمل پہلے کمرے میں تین سیلنریپ دوسرے میں دو سیلنریپ آفیسر۔ اور تیسرے میں ایک سیلنریپ منیجر۔ باقی لوگ کام کر رہے ہیں اور تیمور اخبار پڑھ رہا ہے، دوسرے سیلنریپ عمران اور زمیر ہیں۔

زمیر :- اور پہلی ملاقات پر ہی پریمیم بھی لے آئے۔

عمران :- تو اور کیا، میں نے پہلی نظر میں ہی جانچ لیا کہ یہ شخص لباس کے بارے میں بڑا پڑسیکلر ہے۔ میں نے چائے پر اس کی ٹائی کی تحریف کی، سوٹ کی کٹنگ پر زبردست کمپلیمنٹ دیا اور اس نے چپکے سے ہیمہ کر دیا۔ بھٹی میں تو پارٹی کو کنونٹس نہیں کرتا... ایپریس کرتا ہوں بس۔ اور تمہارے کیس کا کیا بنا؟

زمیر :- عاصی صاحب والا؟ اس کا میڈیکل کروا کر جمع کروا دیا ہے۔ پروپوزل نمبر بھی لگ گیا ہے۔ تیمور اس نایاب صاحب والے کیس کا کیا ہوا؟ تیمور :- (بے دلی سے) اُن کا چیک ڈس آنر ہو گیا ہے۔

چپراسی :- تیمور صاحب آپ کو منیجر صاحب بلا رہے ہیں۔

تیمور اٹھ کر جاتا ہے۔

منیجر :- مس مورت خاں کا چیک دے آئے؟

تیمور :- جی۔ (بیگ میں سے دستخط شدہ فارم نکال کر سامنے رکھتا ہے)

منیجر :- ٹھیک ہے۔۔۔ (تیمور جانے لگتا ہے) تیمور صاحب آپ برا نہ ملے

گا مگر اس ماہ بھی آپ ٹارگٹ پورا نہیں کر سکے۔

تیمور :- مجھے شرمندگی ہے۔ کوشش تو بہت کرتا ہوں۔

منیجر :- آپ کو لڈکنوینگ کیوں نہیں کرتے؟

تیمور :- جی؟

منیجر :- کسی گلی محلے یا بازار میں چلے جائیے اور ایک سرے سے شروع ہو

جائیے۔ انشورنس میں قاعدہ ہے کہ اگر آپ تین جگہ جاتے ہیں تو ایک

شخص بات چیت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور ان تین میں سے ایک آدمی

آپ کو تفصیلی گفتگو کے لیے بلا لیتا ہے۔ اور پھر ایسے تین لوگوں میں سے

کم از کم ایک بیکہ کر دالیتا ہے یعنی اگر آپ نو جگہ جاتے ہیں تو آپ کو کم از کم

ایک پارٹی ضرور مل جاتا ہے۔

تیمور :- میں آج ہی سے آپ کے مشورے پر عمل کرنا شروع کر دوں گا (جانے

لگتا ہے)

منیجر :- اور تیمور صاحب اپنے لباس کی طرف بھی توجہ دیجئے۔

پانچواں منظر

تیمور ہاتھ میں بیگ لیے بازاروں میں گھوم رہا ہے۔ ایک دکان کے

اندر جاتا ہے۔ دکان دار فون پر بات کر رہا ہے۔



دکاندار :- ادھر ہیں نے مال کلیر کر دایا۔ ادھر جا پان بادشاہ نے ریٹ بڑھا دیے۔  
(تیمور کو دیکھ کر فون بند کر دیتا ہے) جی فرمائیے۔

تیمور :- آپ فارغ ہو لیں۔

دکاندار :- اجی یہ گپ بازی تو ہوتی ہی رہتی ہے۔۔۔ کسٹمر پہلے۔ وہ کہتے ہیں ناکہ  
گاہک اور موت کا کوئی پتہ نہیں کب آ جائے۔

تیمور :- موت ؟

دکاندار :- جی

تیمور :- میں بھی اسی سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔

دکاندار :- (بوکھلا کر) کیا مطلب ؟

تیمور حبیب میں سے کارڈ نکال کر دیتا ہے۔ دکاندار پڑھتا ہے اور اسے میز پر پھینک  
کر کچھ کہے بغیر فون کرنے لگتا ہے۔

دکاندار :- ہاں تو میں کہہ رہا تھا ادھر جا پان بادشاہ نے ریٹ بڑھا دیے تیمور  
سے، پھر کسی وقت تشریف لائیے گا۔ میں مصروف ہوں۔

تیمور :- پھر کس وقت ؟

دکاندار معاف کرو کے انداز میں ماتھے پر ہاتھ رکھتا ہے۔ تیمور باہر جانے لگتا ہے پھر  
واپس آکر کارڈ اٹھا کر حبیب میں ڈالتا ہے اور باہر چلا جاتا ہے۔

چھٹا منظر

ایک مکان کے لیٹر بکس پر سے نام پڑھ کر گھنٹی بجاتا ہے۔ اُدپر سے ایک شریر  
تسم کی بچی جھانکتی ہے۔

بچی :- آپ کو کس سے ملنا ہے ؟

تیمور :- (لیٹر بکس سے پڑھتے ہوئے) جناب کمال الدین ساقی صاحب کو۔

بیچتی :- (ہنس کر) وہ تو فوت ہو چکے ہیں میرے دادا جان تھے۔

تیمور :- تو پھر اپنے ڈیڈی کو بلا دیجئے۔

بیچتی :- آپ کو ان سے کیا کام ہے؟

تیمور :- میں انشورنس ایجنٹ ہوں۔

بیچتی :- (ہنستے ہوئے) ڈیڈی یتیم خانے والوں۔ انکم ٹیکس انسپکٹروں اور

انشورنس ایجنٹوں کے لیے اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔

کھڑکی بند کر دیتی ہے۔

### ساتواں منظر

تیمور تھکے قدموں سے اپنے کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ رہائش کے لیے واحد جگہ اس لیے کرسیاں میز چارٹی کتابیں سب وہیں موجود ہیں۔ تیمور اندر داخل ہوتا ہے تو سامنے ایک چھوٹے سے آئینے میں اپنا عکس دیکھتا ہے۔ ٹھٹک کر آگے چلا جاتا ہے۔

تیمور :- بابا۔ ادا بابا۔

بابا دھوٹی اور بنیان پہنے جلدی سے کمرے میں آتا ہے۔

بابا :- جی مورو باؤ جی

تیمور :- اوائے مورو کیا ہوتا ہے۔ کتنی مرتبہ کہا ہے کہ پورا نام پکارتا کرو۔ کہاں

تھے؟ اس ماچھن کے ساتھ راز و نیاز ہو رہے ہوں گے؟

بابا :- آپ مذاق نہ کیا کریں باؤ جی۔ میری عمر ہے.... میں تو بازار سے

آپ کے لیے حلیم لینے گیا تھا۔

تیمور :- آج پھر حلیم....

بابا :- ہانڈی روٹی کے لیے پیسے دے کر گئے تھے؟

تیمور :- ہاں ہاں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہاری تین ماہ کی تنخواہ ....  
 بابا :- میں نے کبھی شکایت کی مور باؤ .... آپ یہ بیسے کا کام چھوڑ کر کوئی  
 اور کاروبار کیوں نہیں کر لیتے۔ لکھے پڑھے ہیں۔ جوان ہیں۔ بہت کچھ  
 کرنے کو ہو گا اس دنیا میں ....  
 تیمور :- بہت کچھ تو کر بھی چکا ہوں بابا۔  
 بابا :- کوئی اور کاروبار نہیں کر سکتے تو شادی ہی کر لیجئے۔  
 تیمور :- ہاں شادی بھی تو کاروبار ہے۔ ہیں شادی؟ اس ایک کمرے کے  
 مکان میں؟ ہونہہ۔ اور اس آمدنی میں ....  
 بابا :- کوئی بھاگوں والی آجائے تو خود بخود ہی برکت بھی ہوتی ہے۔  
 تیمور :- برکت نہیں ہوتی۔ بچے ہوتے ہیں خود بخود ... تم حلیم لاؤ۔

### اٹھواں منظر

ایک مونتازہ تیمور مختلف لوگوں سے مل رہا ہے۔ مگر نا کام لوٹتا ہے۔ چند ہفتوں  
 کا گیپ اس طرح دکھایا جائے۔ تیمور کا کمرہ۔  
 تیمور :- بابا۔ او بابا ... حلیم لاؤ۔  
 بابا کھانا لاتا ہے۔ تیمور چند لمحوں کے بعد نکل کر بستر پر لیٹ جاتا ہے۔  
 بابا :- مور باؤ آج تھک گئے بہت؟  
 تیمور :- بابا میں بہت عرصے سے تھکا ہوا ہوں۔ ایک ایسا پرندہ جواڑتا  
 چلا جاتا ہے۔ اڑتا چلا جاتا ہے اور اسے علم نہیں کہ اوس میں بھیگے ہوئے  
 ہوئے وہ سرسبز میدان کہاں ہیں جن میں اُتر کر اس کے ٹوٹتے پروں کی  
 تمام تر تھکاوٹ نچڑ جائے گی ... تمہیں پتہ ہے بابا ایک ایسی جگہ ہے  
 جس کے دونوں طرف اونچے اونچے درخت ہیں۔ اور درمیان میں ایک

راستہ سا بن گیا ہے۔ میں اُس راستے کے آخر تک جانا چاہتا ہوں، مگر اکیلا نہیں.... اور سنہری گھاس سے ڈھکے میدان ہیں۔ خزاںِ رسیدہ جنگل ہے۔

یا یا :- (برتن اٹھاتے ہوئے) آپ آرام کریں مورت باؤجی۔  
 تیمور خیالوں میں گم ہے۔ مورت کے خیالوں میں۔ پھر وہی فلیش بیک۔  
 ”میں مورت ہوں“ ہاں تم ہو۔  
 تیمور :- (زیر لب) ہاں تم ہو۔

اُٹھ کر بیگ میں چند چیزیں ٹٹولتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے۔

### نواں منظر

مورت کا گھر۔ رات کا وقت۔ ملازم سا مان اُٹھا کر باہر لے جانے میں مصروف ہیں۔ تیمور اندر آتا ہے۔ ہال کمرے میں صرف ایک صوفہ پڑا ہے۔ جس پر مورت بیٹھی ہے۔ باقی کمرہ بالکل خالی ہے۔ کمرے میں اندھیرا ہے۔ تیمور صوفے کے ساتھ ٹیبل پر رکھے پیپ کو جھلٹاتا ہے۔ مورت روشنی ہونے پر اوپر دیکھتی ہے۔  
 تیمور :- ہیلو۔

مورت جواب نہیں دیتی۔ حیرت اور خوشی سے دیکھتی رہتی ہے۔

ہیلو مس مورت۔ میرا نام تیمور ہے... میں آپ کے والد کا کلیم چیک لے کر آیا تھا... رات بھی ٹھہرا تھا... اور ایک چپڑ کا درخت...  
 آپ نے ہی تو کہا تھا کہ کبھی آئے گا۔

مورت :- ہاں کہا تھا۔ لیکن کبھی کا مطلب اتنی دیر سے آنا تو نہیں ہوتا... اور پھر کیا اتنی دیر سے آنے والے یونہی کھڑے رہتے ہیں۔ بیٹھتے نہیں؟

تیمور :- (اُسی صوفے پر بیٹھتے ہوئے) ہم شہر کے لوگ بیٹھنے کی عادت بھول جاتے ہیں۔ ہم زمین کی طرف دیکھتے ہی نہیں۔ صبح ہوتی ہے تو شہر کے بام و در پر سبکوں سے لدا پھندا ایک درخت پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ ہر شخص اپنی قابلیت یا کمکاری کے پتھر اس درخت پر پھینکتا ہے۔ اس آس میں کہ ٹہنیوں سے لٹکے چند سگے اس کی جھولی میں آگریں گے۔ شام تک درخت خالی ہو جاتا ہے۔ کچھ جھولیاں بھر کے گھر جاتے ہیں اور بیشتر تہی دامن۔ ضروریات زندگی ان سبکوں کو بھی نگل لیتی ہیں۔ دوسری صبح آتی ہے تو پھر وہی درخت سبکوں سے لدا پھندا دکھائی دیتا ہے۔ وہی سگے۔ وہی پتھر... اور یوں ہم کبھی زمین کی طرف نہیں دیکھتے۔

مُورث :- شہر اتنے بھیاں تک تو نہیں ہوتے تیمور صاحب؟

تیمور :- آپ کے لیے نہیں۔ کیونکہ آپ کی جھولی بھری ہوئی ہے۔ مگر میرے ایسے انسان کے لیے جو اپنی تمام تر قوت سے قابلیت کے پتھر درخت پر پھینکتا ہے۔ مگر سگے ٹوٹ کر گرتے نہیں۔ صرف کھنکھتے ہیں اور میں جھولی پھیلاؤں منہ کھولے کھڑا رہتا ہوں۔

مُورث :- خیر اتنے قنوطی ہونے کی بھی کوئی بات نہیں... دراصل آپ طویل پہاڑی سفر کی وجہ سے تھک گئے ہیں۔ کچھ دیر آرام کر لیجیے

کریم داخل ہوتا ہے۔

کریم :- بس صاحبہ تمام سامان پیک کر کے ٹرک میں رکھوا دیا ہے۔ آپ کی کار تیار ہے۔ صرف یہ صوفہ باقی ہے جس پر آپ تشریف رکھتی ہیں۔

تیمور :- (گھبرا کر) آپ کہیں جا رہی ہیں؟

مُورث :- کریم ملازموں سے کہو کہ سامان ان پیک کر کے اسی طرح کمروں میں سجا دیا جائے۔ میں ابھی چند روز مزید اس گھر میں قیام کروں گی۔

کریم :- لیکن میں صاحبہ ۔

مُورث :- ( غصے سے ) کریم ۔

کریم :- جی بہتر ۔

چلا جاتا ہے ۔

تیمور :- آپ کہیں جا رہی تھیں ؟

مُورث :- آپ کی آمد سے پہلے ... ہاں !

تیمور :- میں آپ کے پروگرام میں خارج نہیں ہونا چاہتا۔ میں تو دیر سے

ہی .... ورنہ مجھے کوئی ...

مُورث :- گھر میں مہمان آجائے تو اہل خانہ پسند کریں یا نہ کریں انہیں مہمانداری

کرنا ہی پڑتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس گھر کے باسی اس مہمان کو پسند

کرتے ہیں .... یہ گھراور میں ہم عمر ہیں۔ ہم بچپن کے دوست ہیں۔ یہ

مجھے ایک ذی روح کی طرح عزیز ہے۔ میں اسے کسی قیمت پر کھونا نہیں

چاہتی مگر ... اب یہاں چاہت کے جذبات کی آنچ نہیں ہے۔ کتنی دیر

تک ٹھہرتی رہوں۔ میں نے شہر میں مومن پراپرٹی ڈیلر کو کہا ہے کہ وہ

اسے بیچ دیں ...

کریم ایک کتے کو اندر لاتا ہے۔ اس کی زنجیر کھولتا ہے، تو وہ مُورث کے پاؤں میں

آکر بیٹھ جاتا ہے۔

مُورث :- ہیلو ڈاگ ... کیا حال ہے میرے ڈاگ کا۔

تیمور :- بہت خوب صورت لگتا ہے ..

مُورث :- آپ بے شک میرے کتے کو مارلن برانڈو سے زیادہ خوب صورت قرار

دے دیں۔ مگر میں انشورنس نہیں کراؤں گی۔

تیمور :- (جھینپ کر) میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا، کُتّا واقعی خوب صورت ہے  
کیا نام ہے اس کا ؟

مُورث :- ڈاگ

تیمور :- جی ہاں ہے تو ڈاگ، لیکن نام کیا ہے اس کا ؟

مُورث :- (ہنس کر) ڈیڈی اسے میرے پیے لائے تو اُن کے دوستوں نے عجیب

اُٹ پٹانگ نام تجویز کیے، ڈبو، گولوز، بلو قسم کے۔ میں نے سوچا ایک کُتّا

کا نام صرف کُتّا "بھی تو رکھا جاسکتا ہے، چنانچہ میں اسے ڈاگ کہتی ہوں۔

میرا خیال ہے آپ کُتّوں کو پسند نہیں کرتے ؟

تیمور :- دراصل کُتّا مجھے پسند نہیں کرتے۔

مُورث :- کریم اسے کچن میں لے جا کر کریم بسکٹ کھلاؤ۔

تیمور :- کریم جو بسکٹ بھی کھلائے کریم بسکٹ ہی ہوں گے۔

مُورث :- آپ رات کے کھانے سے پہلے کچھ دیر سٹالیجئے، چلیئے ہیں آپ کو خوابگاہ

تک چھوڑ آؤں۔

خوابگاہ کے دروازے پر پہنچ کر۔

یہاں ایک راستہ ہے درختوں سے گھرا ہوا...

تیمور :- مجھے معلوم ہے۔

مُورث :- اور ایک خزاں رسیدہ جنگل بھی۔

تیمور :- میں جانتا ہوں۔

مُورث :- کل صبح... چلیں گے ؟

تیمور :- شاید میں آیا ہی اُسی راستے اور اُسی جنگل کے پیے ہوں۔

مُورث :- اُن پاؤں کے پیے نہیں جو خزاں رسیدہ پتوں پر چلیں گے ؟

جاتی ہے، بڑ کر دیکھتی ہے۔

### دسواں منظر

رات کا وقت۔ تیمور سو رہا ہے۔ ٹیبل پیمپ جل رہا ہے۔ حسب سابق دروازے کے نیچے روشنی دیکھ کر اٹھتا ہے۔ دروازہ کھولتا ہے۔ مورت ہاتھ میں شمع دان لیے کھڑی ہے۔ مگر سفید ساڑھی میں۔

مورت :- میں مورت ہوں۔

تیمور :- ہاں تم ہو... مگر آج تو تمام روشنیاں بدستور جل رہی ہیں، بجلی فیل نہیں ہوئی۔ پھر بھی یہ شمع دان۔

مورت :- ابھی عادت نہیں ہوئی روشنی کی۔ غدشہ رہتا ہے۔

تیمور شمع دان کی تمام شمعیں ایک ایک کر کے بجھا دیتا ہے۔

تیمور :- دیکھ لو اب بھی روشنی ہے۔

مورت :- ہاں... ہے۔

چلی جاتی ہے

مونتاز:

۱۔ درختوں سے گھرا ہوا ایک راستہ۔ تیمور اور مورت اس پر چل رہے ہیں آخر تک جاتے ہیں۔

۲۔ ایک خزاں رسیدہ جنگل میں چل رہے ہیں۔

۳۔ کسی کانی بار میں بیٹھے ایک دوسرے کی جانب محو ہو کر دیکھ رہے ہیں۔

### گیارہواں منظر

ایک وسیع میدان جس میں اکاؤڈ کا درخت ہیں۔ لیکن یہ میدان سوکھی گھاس سے اٹاپڑا ہے۔ مورت اور تیمور کھڑے باتیں کر رہے ہیں۔ تیمور سگریٹ جلا کر جلتی



ہوئی دیا سلائی بے دھیانی میں گھاس پر پھینک دیتا ہے۔ گھاس سلگنے لگتی ہے۔  
اور آہستہ آہستہ آگ پھیلنے لگتی ہے۔ مورت ایک دم اسے دیکھتی ہے اور اپنے پاؤں  
سے گھاس کو مسل کر آگ بجھانے کی کوشش کرتی ہے مگر کامیاب نہیں ہوتی۔

مورت :- (بے بسی سے) یہ آگ پھیل رہی ہے تیمور۔ میں اسے روک نہیں سکتی۔  
تیمور سن نہیں رہے۔ تیمور میں اسے نہیں روک سکتی۔ یہ میرے بس ہیں نہیں۔  
یہ پھیل رہی ہے تیمور... بجھ نہیں رہی... کچھ تو کرو تیمور... پلیز تیمور...  
... پلیز۔

تیمور کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ۔ اطمینان سے سگریٹ پیتا رہتا ہے اور مورت  
کو دیکھتا رہتا ہے۔

مورت خاں کے گھر کا ہال کمرہ۔ چائے کی میز ایک طرف۔ مورت سفید ساڑھی میں  
اسی صوفے پر براجمان۔ پہلے منظر والے تمام لوگ اُسی طرح اسی ترتیب سے۔  
تیمور ایک کونے میں کھڑا ہے۔ اس منظر کو اُسی پٹرن پر کیا جائے جس طرح پہلا  
منظر کیا گیا تھا۔

شخص ۱ :- مس مورت خاں یقین کیجئے بے حد مسرت ہوئی۔

مورت :- جیلانی صاحب آپ تشریف لائے، خوشی کا اظہار کیا بہت بہت شکریہ۔

شخص ۲ :- مس مورت خاں آپ کی منگنی ایک خوش کن خبر ہے۔

مورت :- اکبر صاحب آپ تشریف لائے خوشی کا اظہار کیا۔ بہت بہت شکریہ۔

شخص ۳ :- مس مورت خاں انگیجمنٹ پر مبارکباد قبول فرمائیے۔

مورت :- اظہر صاحب آپ تشریف لائے خوشی کا اظہار کیا۔ بہت بہت شکریہ۔

تمام لوگ جانے کے لیے اٹھتے ہیں اور دروازے پر تیمور سے ہاتھ ملاتے ہیں۔

شخص ۱ :- آپ کو بھی مبارک ہو مسٹر؟

تیمور :- تیمور !

شخص :- بہت بہت مبارک ہو... آپ کا نام ؟

تیمور :- تیمور ۔

شخص :- دلی مبارک باد قبول فرمائیے... آہم... اودہ آپ کا نام ؟

تیمور غصے سے باہر نکل جاتا ہے۔ کمرے میں جا کر سامان اکٹھا کر رہا ہے۔ مورت بھاگتی ہوئی آتی ہے۔

مورت :- تیمور کیا ہوا ؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں ؟

تیمور :- اس گھر میں میرا نام تیمور نہیں، مورت کا منگیتر ہے۔

مورت :- ادئے سویٹ آدمی ان لوگوں کی باتوں کا بُرا نہیں مانتے... یہ تو...

تیمور :- دیکھو مورت بی بی... مجھے تمہارے اور اپنے درمیان سوشل سٹیٹس

کے طویل فاصلوں کا احساس تو تھا۔ مگر تم نے... تمہاری چاہت نے

میری بصارت کو اتنا مدہم کر دیا کہ میں انہیں دیکھ نہ سکا۔

مورت :- (ناراض ہو کر) ایسی بات کرتے ہو مورت... میں نے کبھی۔

تیمور :- میں اب تمہاری طرف دیکھتا ہوں تو تم بلند ہوتی چلی جاتی ہو...

ہم دونوں کی سطح میں فرق آ گیا ہے۔ اور میں تم سے آنکھوں میں آنکھیں

ڈال کر بات نہیں کر سکتا۔

مورت :- میں بلندی پر نہیں ہوں مورت... تمہارے سامنے ہوں۔ تمہاری سطح

پر ہوں۔ چاہت کے جذبات تلے پیڈنگ نہیں ہوتی مورت۔

تیمور :- ہاں ڈارلنگ نہیں ہوتی۔ مگر ہم دونوں اکیلے نہیں ہوں گے اس پورے

پلینٹ پر۔ یہاں پر وہ گھامڑ بھی ہوں گے جو مجھے مبارکباد دے رہے

تھے۔ اور وہ ہمیشہ مجھے بس مورت خاں کا منگیتر ہی کہیں گے۔ یہ مجھے

منظور نہیں۔ میں ایک ایسی لڑکی سے شادی کروں گا جو تیمور کی منگیتر ہوگی  
فکر نہ کرو ہوگی وہ تم ہی۔

مُورث :- مُور ہم تو اس اپریل میں شادی۔

تیمور :- ہر برس میں ایک اپریل ضرور ہوتا ہے مُورثی۔ اس برس نہ ہی  
اگلے سال ہی۔ خدا حافظ۔

بیگ اٹھا کر کمرے سے باہر چلا جاتا ہے۔

### بارہواں منظر

دیگنوں کے اڈے پر۔ مُور ایک رکشے میں سوار ہو جاتا ہے۔

تیمور :- محلہ شاہ محمد۔۔۔۔

رکشا چلتا ہے اور قدرے توقف کے بعد تیمور پوچھتا ہے۔

بھئی کتنا کمایتے ہو دن میں ؟

رکشا والا :- کیوں جی آپ نے ٹیکس لگانا ہے ؟

تیمور :- یو نہی پوچھ لیا تھا ناراض کیوں ہوتے ہو۔

رکشا والا :- ہر سواری یہی پوچھتی ہے باؤ جی۔ تیس چالیس ہو جاتے ہیں۔

تیمور :- کبھی حادثہ بھی ہوا ؟

رکشا والا :- اوئے خدا کا نام لو بابو جی۔ کیا سویرے سویرے۔ اللہ معافی رکائوں

کو ہاتھ لگاتا ہے، ویسے ہوا تھا پچھلے مہینے۔ دو ہفتے بند پڑا رہا رکشا سمیت۔

تیمور :- ان دنوں تنگی تو ہوئی ہوگی کھانے پیسے کی۔

رکشا والا :- تنگی جیسی تنگی۔ مانگ مانگ کر گزارہ کیا۔ اکیلا کھانے والا ہوں۔

تیمور :- اگر تم دو روپے روزانہ کسی ایسی کمپنی کو دے دو جو اگر خدا نخواستہ تمہارا

حادثہ ہو جائے تو تمہارے خاندان کو روزانہ پچاس روپے اس وقت

تک ادا کرتی رہے جب تک تم بھلے چنگے نہ ہو جاؤ۔ تو کیسا رہے گا؟  
 رکشا والا:- اللہ معافی۔ کیا سواری پکڑی ہے سویرے سویرے۔ فرشتہ تو نہیں۔  
 کانوں کو ہاتھ بگاتا ہے۔ رکشا رکنا ہے۔ تیمور پیسے دے کر جانے لگتا ہے۔

باؤجی بات سنیں۔ بس دو روپے میں یہ گارنٹی کہ

تیمور:- ہاں ہاں۔ بس ایک فارم بھرتا ہوگا۔ (جیب سے کارڈ نکال کر) کل دفتر  
 آجانا۔

رکشا والا:- اور اگر آج ہی کہیں پھلوس اڑ گیا تو سواری اپنی ہے باؤجی ابھی نہ چلیں۔  
تیرہواں منظر

دفتر میں رکشے والے کے ساتھ تیمور داخل ہوتا ہے۔ ایک فارم پر دستخط کرواتا  
 ہے اور اسے عمران کے حوالے کر کے مینجر کے کمرے میں جاتا ہے۔

مینجر:- چھٹی گزارنے کے بعد بہت تازہ دم ہو کر لوٹے تیمور صاحب۔ ساتھ ہی  
 ایک کیس بھی لیتے آئے۔ خوب کنونسن کیا آپ نے رکشے والے کو۔

تیمور:- سراسر اس ماہ کے لیے میرا مارگٹ کیا ہے؟

مینجر:- (جھجک کر) وہی بیس ہزار مگر.....

تیمور:- اسے ساٹھ ہزار کر دیجئے.....

باہر نکلتا ہے اور عمران کے کمرے میں۔

عمران یا میری ایک بات سنو... بیٹھو... یہ بتاؤ کہ کتنی کمشن ہو جاتی ہے۔

ایک ماہ میں۔

عمران:- تمہیں نہیں معلوم۔ بس تمہارے جتنی۔ چھ سات سو روپے۔

تیمور:- دیکھو اگر تم معادن کے طور پر میرا ساتھ دو تو میں تمہیں ایک ہزار

روپیہ ماہانہ تنخواہ دوں گا اور جتنے کیس کروں گا ان میں سے کمشن بھی۔